# میں زندہ مسیح کے قدموں میں کس طرح پہنچا

(علامہ امیر اللہ علوی)

میں اتر پردیش کے ایک معزز مسلم خاندان میں پیدا ہوا اور میرا نام امیر اللہ علوی رکھا گیا۔ میرے والد سید محب اللہ علوی اور دادا سید محمد عارف علی ،شہر مرزا پور میں مقیم تھے۔ ان دونوں بزرگوں کا سلسلہ قادریہ میں خلافت حاصل تھی اور ان کے مریدوں کی قابل لحاظ تعداد اتر پردیش ، بہار ، بنگال اور دوسرے صوبوں میں پائی جاتی تھی۔

تبلیغ اسلام اور روحانی رہبری کے لئے انہیں اکثر سفر کرنا پڑتا تھا۔ میرے دادا کا انتقال دوران سفر میں مقام پہاڑ بھنگہ میں ہوا جو تقسیم ہند سے قبل صوبہ بنگال میں تھا۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔ اسی طرح میرے والد کا انتقال اسلام پور ضلع پور نیا (بہار) میں ہوا اور آپ کا بھی مزار وہیں ہے۔ میرے دادا مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور کے پرنسپل تھے اور والد اچھی سرکاری خدمت پر متعین تھے پھر بھی انہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے اپنی قربانیاں دیں۔

جب میرے والد کا انتقال ہوا میں بہت چھوٹا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد ہم شہر غازی پور میں رہنے لگے ۔ بزرگوں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ میری معقول دینی تعلیم کا انتظام گھر پر کیا جائے اور انگریزی تعلیم کے لئے کسی مدرسہ میں داخل کردیا جائے ۔ تا کہ میں ایک خود مکتفی سجادہ نشین بنوں اور دینی خدمات اعزازی طور پر کروں۔ میری دونوں طرح کی تعلیمات شروع کردی گئیں۔ گو میری پرورش میں کسی قسم کی کمی گوارا نہیں کی جاتی تھی تو بھی میں جیوں جیوں بڑھتا گیا اور جب کبھی بھی میری زندگی میں غم آیا تو اس کا خاص سبب میرا احساس یتیمی تھا۔ میں جس سال جماعت ہشتم کے امتحان میں کامیاب ہوا اسی سال کچھ عرصہ کی علالت کے بعد میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ جس مذہبی ماحول میں میں نے پرورش پائی تھی اس کے اثرات کے تحت والدہ کے انتقال کی شدید غم کی حالت میں بجائے بلند حوصلگی کے راضی بہ رضائے الٰہی کی آڑ میں مجھ میں ترک دنیا کی خواہش اور ایک شکست خوردہ ذہنیت پیدا ہو گئی۔

میں نے انگریزی تعلیم ترک کردی اور اسلام پور جا کر والد کے مزار کے احاطہ میں خانقاہ قادریہ عارفیہ میں اقامت اختیار کرلی۔ وہاں میں نے دو برس تک اپنا وقت دینیات کے مطالعہ اور عبادت میں گزارا۔ اسلام پور کی آب وہوا ناموافق ثابت ہوئی اور میں بیمار ہو کر واپس آیا۔ صحت یاب ہونے کے بعد چند عزیزوں کے اصرار پر میں نے وار اناسی (بنارس) کے ایک مشن اسکول میں داخلہ لے لیا۔

اپنی زندگی میں پہلی بار یہاں مسیحیوں سے ملا۔ مدرسہ کے پرنسپل صاحب میری جماعت نہم کو انگریزی زبان میں انجیل شریف پڑھاتے تھے۔ بد قسمتی سے میں نے اپنے بزرگوں سے یہ تعلیم پائی تھی کہ انجیل شریف منسوخ ہوچکی ہے۔ اور آج جو انجیل پائی جاتی ہے اس میں اتنا زیادہ ردوبدل ہوا ہے کہ آسمانی کتاب کی حیثیت سے اب اس کی کوئی قدر باقی نہیں ہے۔ میں اپنے بزرگوں کی اس تعلیم کو حرف بہ حرف صحیح سمجھتا تھا۔ انجیل شریف کی تعلیم کے اوقات میں جب پرنسپل صاحب ہماری جماعت میں داخل ہوتے تو ان کے ہاتھ میں سیاہ جزدان میں بند انجیل شریف کا نسخہ ہوتا تھا جسے وہ بڑے ادب سے جزدان کے باہر نکالتے تھے۔ جزدان کو میز پر بچھاتے اور اس پر انجیل شریف کو رکھ کر دعا کرنے کے بعد اسے کھولتے تھے۔ میرے اس وقت کے خیال کے مطابق اس ناکارہ کتاب کے لئے ایسے عالم باعمل کی یہ عزت و تعظیم باعث حیرت ہونے لگی۔ اس لئے کہ بات واضح تھی کہ وہ اس کتاب کو اپنے علم اور تجربہ کی روشنی میں

مکاشفہ الٰہی کے درجہ کی پاکرہی اس پر ایمان رکھتے اور اس کی تعظیم کرتے تھے۔ میرے ذہن میں یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کرنے لگا کہ انجیل شریف کے بارے میں جو باتیں میں اپنے بزرگوں سے سیکھی تھیں وہ کس حد تک صحیح تھیں؟ اسی زمانے میں مدرسہ سے متعلق دوسرے مسیحیوں ک پر خلوص زندگی سے بھی متاثر ہوا۔ گو اس مسیحی تعلیمات سے میری دلچسپی ایک بہت معمولی سطح پر تھی۔ لیکن میں اس نتیجہ پر ضرور پہنچا کہ میرے بزرگوں نے انجیل شریف کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ محض غلط فہمیوں پر مبنی تھی۔

میں ۱۹۲۸ء میں پھر خانقاہ قادریہ عارفیہ میں واپس گیا اور وہاں اہلِ تصوف کے طریقوں کے مطابق عبادتیں کرتا رہا۔ اس کے تیسرے برس میں دادا جان کے بزرگ خلیفہ کی تحریک پر سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔ مطالعہ کی کثرت کے باعث اب میں با سمجھ ہو گیا تھا۔ تبلیغ اسلام اسلامی اور روحانی تعلیم دینے میں کافی ترقی کرلی تھی ۔ لوگ مجھے ایک خاص روحانی بزرگ خیال کرتے تھے۔ لیکن جس حد تک ایک شریف خاندان میں پروردہ شخص کا نفس اس کے قبضے میں ہوتا ہے بس اسی حد تک میرا نفس میرے قبضے میں تھا۔ اپنے جسم میں بسنے والی بدی کی قوتوں پر میں نے کوئی خاص فتح نہیں پائی تھی۔ جب بھی کبھی میں نے روحانی بزرگوں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا تو سوائے روزہ اور ریاضت کے مجھے اور کوئی خوشخبری نہیں ملی۔

میری شادی مرزا پور میں میری ایک عزیزہ سے ہوئی ۔ میری بیوی نے ان مسیحی خواتین سے جو ان سے ملنے کے لئے آتی تھیں مسیحیت کے بارے میں کچھ سیکھا تھا۔ مسیحی دعاؤں میں انکی کافی دلچسپی تھی۔ شادی کے تھوڑے عرصہ بعد وہ بہت بیمار ہو گئیں۔ مقامی مسلم ڈاکٹروں کے علاج سے جب کوئی فائدہ نہیں ہوا تو مشن کے دواخانہ کا علاج شروع ہوا۔ ان کی حالت دن بہ دن گرتی ہی گئی۔ بیہوشی کی حالت میں وہ کبھی کبھی بڑبڑایا کرتی تھیں۔ جس رات ہمیں یقین تھا کہ اب وہ اپنے چند آخری گھنٹے گزار رہی ہیں میں ان کے بستر کے قریب دل شکستہ بیٹھا ہوا تھا۔ نصف رات کے قریب انہوں نے آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کہا " دعا کیجئے " اس درخواست کو میں ان کی عام بڑبڑاہٹ خیال کرتے ہوئے خاموش تھا۔ پھر بھی قرآن شریف سے حضرت آدم کی دعا میں نے پڑھی۔ انہوں نے پھر کہا " انجیل شریف کی دعا پڑھیئے " میں اس وقت انجیل شریف کی دعا جسے دعائے ربانی کہتے ہیں نہیں جانتا تھا۔ میں خاموش رہ گیا۔ دوسرے روز سے ان کی حالت بہتر ہونگے لگی اور بتدریج انہوں نے کامل صحت پالی۔ بعد میں انہوں نے مجھے بتایا کہ جس رات انہوں نے دعا کی درخواست کی تھی ۔ اپنی بیہوشی کے عالم میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ان کے قریب آئے اور ان سے کہا " تم نہیں مروگی ۔ دعا کرو " اس وقت ان کے ذہن میں یہ واضح خیال تھا کہ وہ کوئی مسیحی بزرگ تھے اس بشارت کے بعد ہی وہ ہوش میں آگئی تھیں۔

اہلیہ کے علاج کے سلسلہ میں میری ملاقات بھی مسیحی عالموں سے ہوئی۔ مشن اسکول میں پڑھنے کے زمانے کے تجربات نے مزید معلومات کے لئے دلچسپی بڑھادی۔ مقامی پادری صاحب سے اکثر ملتا اور مذہبی تبادلہ خیال کرتا تھا۔ انجیل شریف کا میں نے پھر سے بڑے ادب کے ساتھ مطالعہ کیا ۔ اور " از سر نو پیدا ہونے " ، "پاک روح بخشے جانے " جیسے مسائل پر میں نے پادری صاحب سے وضاحت چاہی۔ مجھے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ جس نفس کو میں اپن ذاتی کوششوں سے فتح کرنے میں ناکام ہوچکا تھا اس پر "آسمانی باپ " پاک روح کے وسیلے سے قوت بخش کر فتح دلاتا ہے ۔ اور جناب مسیح پر

ایمان لانے کے باعث مومن کی شخصیت پر سے گناہ کی زبردست گرفت جاتی رہتی ہے اور وہ نئی زندگی پا کر خدا کی مرضی کے مطابق جینا شروع کرتا ہے۔

چونکہ یہ باتیں عملی تجربہ سے متعلق تھیں۔ میں نے نیک نیتی سے خدا کی رہبری کے لئے دعائیں مانگیں ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خدا نے میری روحانی آنکھیں کھول دیں۔ بزرگوں کی غلط فہمیوں میں خود بھی پھنسا ہونے کے باوجود میں جناب مسیح کے کلمتہ اللہ اور ابن اللہ ہونے کی حقیقت کو سمجھنے لگا۔ خدا نے اپنے بڑے فضل سے مجھ میں ایمان پیدا کیا۔ میں نے خدا کے پاک روح کی قدرت کا ایسا واضح تجربہ کیا جو اپنی مذہبی زندگی میں مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ اب میں اپنے اندر بسنے والی بدی کی قوتوں کی زبردست گرفت میں نہیں تھا۔

میرے عزیزوں نے مجھے اس طرح مسیحیت پر فریفتہ پا کر دینی مباحث میں الجھنا چاہا۔ لیکن حقیقت کا مقابلہ تصورات سے نہیں کیا جاسکتا اس مقام پر میں گناہوں کی معافی کی مسرت اور خدا کی محبت کا مزہ چکھ چکا تھا۔ لہذا لفظی مباحثوں نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا بلکہ ان مباحثوں کے باعث عقل کی کسوٹی پر بھی میں نے مسیحیت کو کامل پایا۔ آخر کار ہم نے اپنے عزیزوں سے یہ درخواست کی کہ جناب مسیح کی پیروی سے ہمارا مقصد واقعتہً انسان بننا ہے اور چونکہ وہ بھی ہمارے لئے بھی چاہتے ہیں لہذا اس نیک مقصد کے حصول کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ تو بھی بعض افراد ہمارے اس اقدام کو خاندان کی بے عزتی خیال کرتے تھے ۔ ہماری درخواست پر قریبی عزیزی مخالفت جاتی رہی ۔ دوسرے ہماری نیک نیتی کو طرح طرح کا رنگ دیتے رہے ۔ ہمارے عزیزوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ ہم بپتسمہ لے کر نیچ لوگوں کی جماعت میں شریک نہ ہوں۔

اس زمانے میں دہلی میتھوڈسٹ چرچ کے بشپ صاحب مرزا پور آیا جایا کرتے تھے۔ آپ کی صحبت میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایمانداروں کی جماعت جسے کلیسا کہتے ہیں وہ نئے عہدنامہ کے مطابق مظہر اللہ کا بدن ہے ۔ جس میں ایماندار اپنے ایمان کے وسیلے سے پیوست ہوتا اور اخلاق کے کمال کو پہنچایا جاتا ہے چنانچہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء کو اپنے شہر مرزا پور میں ہم دونوں نے بڑی شکر گزاری کے ساتھ بپتسمہ حاصل کیا۔

زندہ برحق خدا اپنے بھٹکے ہوئے بندوں سے محبت کرتا اور چاہتا ہے کہ انسان اسے پا جائے۔ اس کا فضل ہر سچے متلاشی پر واضح تجربات کے وسیلے سے جناب مسیح کے نجات دہندہ ہونے کی سچائی کو ثابت کرتا ہے۔ مقدس پولوس رسول نے بالکل صحیح فرمایا ہے " یہ بات سچ اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح یسوع گنہگاروں کو نجات دینے کے لئے دنیا میں آیا جن میں سب سے بڑا میں ہوں "(انجیل شریف خطِ اول تمیتھس ۱ باب ۱۵ آیت)۔

پچھلی زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے اور جناب مسیح کی پیروی میں تیس (۳۰) برس سے زائد گزارنے کے بعد آج بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ جناب مسیح کے سارے وعدے سچے ہیں۔ میں آسمانی باپ کے اس فضل کے لئے جس سے اس نے مجھے روحانی تجربات کے اعتبار سے موت کے سایہ سے نکال زندگی میں داخل کیا اور سمجھ کے اعتبار سے تاریکی سے روشنی میں پہنچایا دل سے شکر گزار ہوں۔